ادارہ

تاتار اور تاتارستان

سابق سوویت یونین کی مسلمان آبادی جن متعدّد چھوٹے بڑے نسلی گروہوں میں منقسم تھی اور ماضی قریب کی روایت کے مطابق منقسم چلی آرہی ہے، ان میں سے ایک گروہ تاتار[1] یا تاتاری مسلمانوں کا ہے۔ اگرچہ تاتاروں کے خطہ آبادی کو ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، کرغیزستان اور قزاخستان کی طرح یونین جمہوریہ کا درجہ نہ دیا گیا، تاہم رشین فیڈریشن کے اندر اُن کے نسلی وجود اور ارتکاز آبادی کو تسلیم کرتے ہوئے "خود مختار جمہوریہ" تاتارستان قائم کی گئی۔ تاتارستان اور رشین فیڈریشن کی مسلم اکثریت کی دوسری خود مختار جمہوریتوں (بشکیر توستان، چیچن انگشتیا، چادش، داغستان اور کبارڈنو بلکار) کے مسلمان تبدیلی کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں تاتاروں اور "خود مختار جمہوریہ" تاتارستان کے بارے میں بنیادی اطلاعات یکجا کی گئی ہیں۔

تاتار کون لوگ ہیں؟

تاتار کی اصطلاح مختلف لوگوں کے لیے استعمال کی جاتی رہی ہے۔ صدیوں تک اہلِ روس یورپی روس کے ترک مسلمانوں کو اُن کے رنگ و نسل کے اختلاف سے قطع نظر تاتار کہتے رہے ہیں۔ سابق سوویت یونین میں ہر لحاظ سے دو الگ تھلگ گروہوں کو "تاتار" کا نام دیا گیا۔ ان میں سے ایک گروہ والگا تاتاروں کا ہے (جنہیں بعض اوقات "قازان تاتار" بھی کہا جاتا ہے۔) اور دوسرا کریمیا کے تاتاروں کا۔ آخر الذکر تاتاروں کا چھوٹا گروہ ہے جس کی آبادی ۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ کریمیا کے تاتاروں کو اسٹالین نے دوسری عالمی جنگ کے دوران میں حملہ آور جرمن افواج کے ساتھ ساز باز کرنے کے الزام میں کریمیا سے جلاوطن کر دیا تھا اور وہ اُس وقت سے سائبیریا اور وسطی ایشیا کی جمہوریتوں میں منتشر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ لوگ مدّت سے کریمیا واپس جانے کے لیے تحریک چلا رہے ہیں۔

والگا تاتار دریائے کاما اور دریائے والگا کے کنارے آباد بلغاروں اور تیرھویں صدی میں حملہ آور ہونے والی منگول افواج میں شامل ترکوں (زیادہ تر قپچاق ترکوں) کی اولاد ہیں۔ بلغاروں کا ذکر اس خطے میں ساتویں صدی سے ملتا ہے۔ اُنہوں نے نویں صدی میں ایک ریاست قائم کرلی تھی جس کی حدود یورال کے مغرب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اُس وقت روس "کیف" تک محدود تھا۔ بلغار اپنے وقت کی ایک مہذب ریاست تھی جس کے روس کے ساتھ تجارتی روابط تھے۔ بلغاروں نے دسویں صدی کے پہلے ربع

میں اسلام قبول کیا۔ بلغار ریاست اُس وقت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی جب چنگیز خان (م ۱۲۲۷ء) کے پوتے باتوخان کی سرکردگی میں منگولوں نے اس خطّے کو تاراج کیا۔ (۱۲۳۸ء) بلغار جن پر باتوخان نے فتح حاصل کی تھی، اُس کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ ۱۲۴۰ء کے موسم سرما میں باتوخان کی افواج نے روسیوں کو شکست دی۔ موجودہ روس منگول ایمپائر کے مغربی حصّے کا مرکزی علاقہ تھا۔ یہاں کے حکمران ایمپائر کے دوسرے حصّوں کی طرح چنگیز خان کے براہ راست اخلاف تھے، لیکن فاتح افواج میں منگول عنصر اقلیت میں تھا جو جلد ہی اکثریتی بلغاروں اور قبچاق ترکوں میں دب کر رہ گیا اور چودہویں صدی کے آغاز میں "لشکر زرّیں" نے تمام عملی مقاصد کے لیے ترک ریاست کی حیثیت اختیار کرلی۔ بلغار جو پہلے سے مسلمان چلے آرہے تھے، اُن کے فاتح باتوخان کے جانشینوں میں سے برکہ خان (۱۲۵۶ء- ۱۲۶۶ء) نے اسلام قبول کرلیا، تو منگول - تاتار قربت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ چودہویں صدی کے نصف آخر اور پندرہویں صدی میں اِن لوگوں نے شمال اور مغرب کی جانب مزید پیش قدمی کی۔ اُن کے ساتھ بعض "فِن" قبائل بھی مدغم ہوگئے۔ ابتداءً انھیں "نئے بلغاروں" کا نام دیا گیا اور آخرکار والگا تاتار کا جزو بن گئے۔

والگا تاتاروں کی مذکورہ بالا "مخلوط اصل" کے باعث ماضی قریب میں (مثال کے طور پر ۱۹۱۷ء کے انقلاب سے پہلے) والگا - کاما کے رہنے والے کبھی تو اپنے آپ کو ترک کہلاتے، کبھی بلغار اور کبھی محض مسلمان پر ہی اکتفا کرتے تھے، تاہم آج وہ سب تاتار قومیّت کے داعی ہیں۔ مختلف نسلوں کے امتزاج کے باعث چہرے مہرے کے لحاظ سے تاتاروں میں "یک شباہتی" نہیں، تاہم بحیثیتِ مجموعی ان کے چہرے گول ہوتے ہیں اور مردوں کے چہرے پر بھی بالعموم بال کم ہوتے ہیں۔

والگا تاتاروں کے برعکس کریمیا کے تاتاروں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ منگولوں کے اخلاف ہیں۔

والگا تاتار: "قازان خانیت" سے "تاتارستان" تک

چودہویں صدی کے نصف اوّل میں "لشکر زرّیں" انتشار کا شکار ہوا تو قازان، استرخان، کریمیا اور سائبیریا کی خانیتیں (Khanates) وجود میں آئیں۔ اِس کے بعد والگا، کریمیا اور سائبیریا کے تاتاروں کی زندگی میں فرق بڑھتا چلا گیا۔ ہر گروہ مختلف تاریخی وسماجی حالات سے گزرا۔ آج اُن کی زبانیں مختلف ہیں، ثقافتی رویّے جُدا جُدا ہیں اور پیشہ ورانہ دلچسپیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر والگا تاتار آج بڑی حد تک شہری زندگی کے خوگر ہیں اور اعلیٰ تعلیمی و فکری روایات کے حامل ہیں، جب کہ سائبیریا کے تاتار زیادہ تر دیہی بودوباش کے مالک ہیں اور رواں صدی کے آغاز تک ان میں شرحِ خواندگی بہت کم تھی۔

قازان خانیت دریائے والگا اور دریائے کاما کے سنگم کے ارد گرد اور والگا - یورال طاس کے وسطی حصّے پر مشتمل تھی۔ (یہی علاقہ سوویت عہد میں تاتارستان، بشکیر توستان، ادمورتیا، ماری اور موردونیا کی پانچ "خود مختار جمہوریتوں" کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔) قازان خانیت اور استرخان خانیت روسی زاروں کے بالمقابل ایک صدی سے کچھ زائد عرصے تک قائم رہیں، مگر بالآخر آئیون چہارم نے (جو خوفناک آئیون Ivan the Terrible کے نام سے مشہور ہے۔) قازان اور استرخان پر بالترتیب ۱۵۵۲ء اور ۱۵۵۶ء میں قبضہ کر لیا۔

سقوط قازان کے بعد تاتار مسلمانوں کو سیاسی، معاشی اور مذہبی دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ اُنہیں بہ جبر عیسائی بنانے کی کوشش کی گئی۔ مساجد تباہ و برباد کر دی گئیں۔ مدارس ویران ہو گئے۔ تاہم تاتار مسلم علماء نے اس صورت حال کا جس دلیری اور حوصلہ مندی سے مقابلہ کیا، اس کی داد غیر جانب دار غیر مسلم مؤرخین اور اہل قلم نے بھی دی ہے۔[۲] تاتار تاجروں اور زمینداروں کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں اور اُن کے شہری حقوق غصب کر لیے گئے۔ تاجروں پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کی گئیں تاکہ اُن کی امارت اور خوشحالی ختم ہو کر رہ جائے۔ ہزاروں افراد کو زبردستی تاتار شہروں سے بے دخل کر دیا گیا اور اُنہیں شمال میں ریگا (لیٹویا) اور دوسرے ساحلی شہروں میں قائم شپ یارڈز میں کام کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ تاتاروں نے متعدّد مزاحمتی تحریکیں شروع کیں اور اپنی سخت جانی کا ثبوت دیا۔

کیتھرائن عظمیٰ کے عہد (۱۷۶۲ء - ۱۷۹۶ء) میں صورت حال میں بہتری کے آثار پیدا ہوئے۔ یہ تبدیلی درحقیقت اُن کی مزاحمتی سرگرمیوں اور بے پناہ قربانیوں کا نتیجہ تھی۔ تاتار مخالف امتیازی قوانین ختم ہوئے۔ ۱۷۸۸ء میں اُوفا میں ایک مفتی کی نگرانی میں "اورن برگ محمڈن سپرچوئل اسمبلی" (Orenburg Mohammaden Spiritual Assembly) وجود میں آئی جسے بعض شہری اور مذہبی معاملات میں اختیارات حاصل تھے۔ روس میں اسلام کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ مدارس اور مساجد کی تجدید ہوئی۔ ۱۷۹۲ء میں تاتار تاجروں کو ترکستان، ایران اور چین کے ساتھ تجارت کرنے کے حقوق دے دیے گئے۔ تاتار تاجر ترکستان، چین اور ایران میں جن تاجروں سے تجارت کر رہے تھے، وہ بعض اوقات اُن کے ہم مذہب ہی نہیں، ہم زبان بھی ہوتے تھے، اس لیے بہت جلد مسلمان دُنیا کے ساتھ روس کی تجارت پر تاتار چھا گئے، مگر تعاون اور رواداری کا یہ دور مختصر ثابت ہوا۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں ایک بار پھر روسی حکمرانوں نے ظلم و ستم اور امتیازی سلوک پر مبنی پالیسیاں اپنا لیں۔ عیسائیت کی ترویج کی ایک بار پھر کوشش کی گئی۔ تاتار کسانوں کے لیے حالات اُس وقت (اٹھارہویں صدی کے اواخر سے آغاز انیسویں صدی تک) بھی چنداں اچھے نہ تھے جب بحیثیت مجموعی رواداری کی فضا تھی، مگر اب تو مشکلات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ نتیجتہً روس مخالف جذبات بڑھتے رہے اور سختیوں سے تنگ آ کر بہت سے تاتار ترکی اور دوسرے یورپی ملکوں کی جانب ہجرت پر مجبور ہوئے۔

سیاسی جبر، معاشی پابندیوں اور مذہبی نفرت کے باوجود تاتاروں کے حوصلے بلند رہے۔ اُن کی علمی و فکری زندگی جمود کا شکار نہ ہوئی۔ اُن کے روشن خیال اہلِ علم نے باور کرلیا کہ روسیوں کے شانہ بہ شانہ آنے کے لیے یورپی طرزِ تعلیم ضروری ہے۔ اسلام کے ساتھ اُن کا لگاؤ اور ترک اقوام سے یک جہتی کے احساسات ہمیشہ برقرار رہے، نیز اُن میں عالم اسلام اور ترک اقوام کے اتحاد کی کوششیں بیک وقت جاری رہیں۔ ابتدائی تعلیمی اصلاحات کا سہرا شہاب الدین مرجانی (۱۸۱۸ء - ۱۸۸۹ء) اور اُن کے رفقاء کے سر ہے۔ اسی طرح پیرس کے تعلیم یافتہ اسماعیل بے گیسپرالی (۱۸۵۱ء - ۱۹۱۴ء) نے "زبان، فکر اور عمل کی وحدت" کے نعرے کے ساتھ روسی سلطنت کی تمام ترک اقوام کو باہم متحد کرنے اور ان میں یورپی طرزِ تعلیم متعارف کرانے کی جدوجہد کی۔ اِن تعلیمی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بیسویں صدی کے آغاز میں تاتاروں میں تعلیم کا معیار حیرت انگیز طور پر بلند تھا۔ (حاکم روسیوں سے شاید معمولی سا کم)۔ بیسویں صدی کے آغاز میں مزید خوشگوار تبدیلیاں آئیں۔ اِن میں سے ایک روس کی جملہ اقوام کو اپنے اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت کا ملنا تھا۔ (۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء) آزادیٔ مذہب کے منشور کے مؤثر ہوتے ہی ہزاروں کی تعداد میں وہ تاتار حلقۂ اسلام میں واپس آ گئے جو روسی استبداد کے تحت خود یا اُن کے آباء و اجداد اسلام سے منحرف ہونے پر مجبور کر دیے گئے تھے۔[۳] تاتار، روسی مسلمانوں کی سیاسی زندگی میں نہ صرف پیش پیش تھے، بلکہ قیادت اُن کے ہاتھ میں تھی۔ جب ۱۹۰۶ء میں پیٹرز برگ میں اسماعیل بے گیسپرالی اور اُن کے دوستوں کے تعاون سے روسی مسلمانوں کی تنظیم "اتفاق المسلمین" وجود میں آئی تو اس کی مرکزی کمیٹی کے ۱۵ ارکان میں سے ۱۱ والگا تاتار تھے۔ وہ بعض دوسری تنظیموں میں بھی اسی طرح فعّال کردار ادا کر رہے تھے۔

پہلی عالمی جنگ کے دوران میں والگا تاتاروں کو دوسرے لوگوں کی طرح جبراً فوج میں بھرتی کیا گیا۔ اُن میں سے زیادہ تر جو اپنے ترک بھائیوں کے خلاف لڑنے کے لیے تیار نہ تھے، فوج سے بھاگ کھڑے ہوئے اور روسی حاکموں اور تاتار محکوموں کے درمیان شدید تناؤ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ زار شاہی کے خلاف ۱۹۱۷ء کی انقلابی جدوجہد کے دوران میں تاتار قوم پرستانہ جذبات کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔ مئی ۱۹۱۷ء میں روسی مسلمانوں بشمول تاتاروں نے "کل روس مسلم کانگرس" کا اہتمام کیا۔ اُسی سال جون میں دوسری کانگرس قازان میں منعقد ہوئی اور اُنھوں نے روس کے اندر اپنی ثقافتی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ صدری مقصودی کو اس تحریک کا سربراہ چُنا گیا۔ ۱۲۰ ارکان پر مشتمل "ملت مجلس" کے انتخابات ہوئے اور اسی "ملت مجلس" نے ۲۹ نومبر ۱۹۱۷ء کو "آئدل - یورال ریاست" کے قیام کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے پیچھے اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے رہنماؤں کے وہ وعدے بھی تھے جو اُنھوں نے تاتار قوم پرستوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے دورانِ جدوجہد کیے تھے۔

یہ آزادی چھ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء کو بالشویک رہنماؤں نے "آئدل - یورال

ریاست "کو "تاتار - بشکیر سوویٹ سوشلسٹ ریپبلک" قرار دے دیا، مگر خانہ جنگی کے باعث یہ بالشویک اعلان عملی جامہ نہ پہن سکا۔ حالات کے پُرسکون ہونے پر بالشویک رہنماؤں نے اپنا سابقہ فیصلہ بدلتے ہوئے "تاتار - بشکیر سوویٹ سوشلسٹ ریپبلک" کی جگہ دو نئی "خود مختار جمہوریتیں" قائم کر دیں۔ پہلے ۲۳ مارچ ۱۹۱۹ء کو بشکیر توستان وجود میں آئی اور پھر ۱۷ مئی ۱۹۲۰ء کو تاتارستان۔

بالشویک رہنماؤں کے اِس فیصلے کے نتیجے میں تقریباً ۷۵ فیصد تاتار ان خود مختار جمہوریتوں سے باہر رہ گئے اور بشکیر اور تاتار جو صدیوں سے یک جا رہ رہے تھے اور اُن کے درمیان تاریخی، ثقافتی اور مذہبی روابط تھے، اُنہیں مصنوعی طور پر الگ الگ کر دیا گیا۔

تاتار آبادی

دُنیا بھر میں تاتار آبادی ۷۵ لاکھ سے زائد ہے۔ اِس کی غالب اکثریت (تقریباً نوے فیصد) سابق سوویت یونین کی مختلف جمہوریتوں میں آباد ہے۔ ۱۹۸۹ء کی مردم شماری کے مطابق سوویت تاتار آبادی ۶۶,۴۵,۵۸۸ نفوس پر مشتمل تھی جس میں ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۹ء کے عشرے میں ۷٫۴ فیصد کا اضافہ ہوا تھا۔[5] ۱۹۸۹ء کے لحاظ سے سابق سوویت یونین (اور حالیہ "آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ") کی ایک ایک "جمہوریہ" میں تاتار آبادی کے اعداد و شمار دستیاب نہیں ہو سکے، البتہ ۱۹۷۹ء کی صورتِ حال مندرجہ ذیل جدول سے واضح ہے۔

۱۹۷۹ء کی مردم شماری کے مطابق سوویت یونین میں تاتار آبادی

جمہوریہ		آبادی	تاتار آبادی کا فیصد متعلقہ	جمہوریہ کی آبادی کا فیصد
رشین فیڈریشن			۷۹٫۴ فیصد	۳٫۶ فیصد
	تاتارستان	۱۶,۴۱,۶۰۷	۲۶ فیصد	۴۷٫۶ فیصد
	بشکیر توستان	۹,۴۰,۴۳۶	۱۴٫۹ فیصد	۲۴٫۵ فیصد
	چادش	۳۷,۵۷۳	۰٫۶ فیصد	۲٫۹ فیصد
	باقی ماندہ "رشین فیڈریشن"	۲۳,۹۱,۲۹۶	۳۷٫۹ فیصد	-
قزاخستان		۳,۱۳,۴۶۰	۵٫۰ فیصد	۲٫۱ فیصد
کرغیزستان		۷۲,۰۱۸	۱٫۱ فیصد	۲٫۰ فیصد
ازبکستان		۶,۴۸,۷۶۴	۱۰٫۳ فیصد	۴٫۲ فیصد
ترکمنستان		۴۰,۴۳۲	۰٫۶ فیصد	۱٫۵ فیصد
سابق سوویت یونین کی دوسری جمہوریتیں		۲,۳۱,۸۷۲	۳٫۶ فیصد	-

ماخذ: شیرین اکینر، Islamic Peoples of the Soviet Union، لندن: کے - پی - آئی (اشاعت دوم: ۱۹۸۶ء)، صفحہ ۴۸، صفحہ ۶۱ اور صفحہ ۶۲ پر دیے گئے جدولوں سے معلومات یک جا کی گئی ہیں۔

مندرجہ بالا جدول سے واضح ہے کہ سابق سوویت یونین کی تاتار آبادی کا بڑا حصّہ (۶۴٫۷ فیصد) صرف ایک جمہوریہ یعنی "رشین فیڈریشن" میں ہے۔ تاہم رشین فیڈریشن میں تاتار آبادی ایک چھوٹی اقلیّت ہے۔ البتہ تاتار آبادی کا ارتکاز تاتارستان اور بشکیر توستان کی "خود مختار جمہوریتوں" میں قابل لحاظ ہے۔ سابق سوویت یونین سے باہر تاتار آبادی چین، پولینڈ، رومانیہ، بلغاریہ اور ترکی میں موجود ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ترکی، رومانیہ اور بلغاریہ میں بالترتیب ۴۰ ہزار، ۲۶ ہزار اور دس ہزار تاتار آباد ہیں۔ غیر سوویت تاتار اپنے اپنے ممالک میں نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ ان لوگوں کے آباء واجداد نے زار شاہی کے مظالم سے فرار ہو کر ان ممالک میں پناہ حاصل کی تھی۔

تاتارستان

تاتارستان کا رقبہ ۶۸ ہزار مربع کلو میٹر ہے اور ۱۹۸۹ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی ۳۶٫۴۱٫۳۶٫۴۷ افراد پر مشتمل ہے۔ تاتار کل آبادی کا ۴۸ فیصد ہیں۔ روسی ۴۳ فیصد اور چاوش ۴ فیصد ہیں۔ باقی ماندہ آبادی متعدّد چھوٹی چھوٹی قومیتوں میں بٹی ہوئی ہے۔

تاتارستان رشین فیڈریشن کے دوسرے حصّوں کی طرح ترقی یافتہ ہے۔ یہاں کی زمین زرخیز ہے، زراعت پورے ملک میں ہوتی ہے۔ جنگلات آمدنی کا ایک ذریعہ ہیں۔ سڑکوں اور ریلوے کا نظام قابلِ لحاظ تک جدید ہے۔ مزید براں تاتارستان میں تیل اور گیس کے ذخائر ہیں۔ بجلی کی پیداوار اتنی زیادہ ہے کہ تاتارستان اپنی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ ملحقہ علاقوں کو بجلی فراہم کرتا ہے۔ تاتارستان میں مگ طیارے، ہیلی کاپٹر اور بھاری ٹرک بھی بنتے ہیں۔ سابق سوویت یونین کا سب سے بڑا پولی تھیلین کا پلانٹ یہیں ہے۔ پورے سابق سوویت یونین کی ایک تہائی پولی تھیلین مصنوعات تاتارستان میں تیار ہوتی ہیں۔ فوٹو گرافی اور سنیما ٹوگرافی میں استعمال ہونے والا سامان بھی تاتارستان میں بنتا ہے۔

قازان تاتارستان کا دارالحکومت ہے جو کبھی اپنی مساجد اور مدارس کی وجہ سے مسلمانوں کا نمایاں شہر تھا، مگر آج اِس پر روسی تہذیب وتمدّن کی گہری چھاپ ہے۔ اِس کا سبب شہر میں روسی آبادی کی اکثریت ہے۔ بھاری ٹرک بنانے کے سب سے بڑے کارخانے اور دوسری صنعتوں میں تکنیکی مہارت کے مالک مزدوروں کی بڑی تعداد روسی ہے۔ اسی طرح انتظام وانصرام کے حوالے سے روسیوں کے لیے روزگار کے بڑے مواقع ہیں۔ قازان میں تاتار آبادی بمشکل چالیس فیصد ہے۔

قازان یونیورسٹی زار شاہی عہد اور پھر سوویت عہد کی معیاری یونیورسٹی شمار ہوتی تھی۔[6] آج بھی اِس کا شمار "آزاد ریاستوں کی دولتِ مشترکہ" کے اعلیٰ علمی اداروں میں ہوتا ہے۔

تقریباً ۹۹ فیصد تاتار آبادی خواندہ ہے۔ مردوں کے ساتھ خواتین بھی تعلیم میں پیش پیش ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں ۲۲ فیصد خواتین اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں۔ سوویت دور کی پالیسیوں کے نتیجے میں شہری زندگی میں مذہبی اور روایتی قوتوں کو دھچکا لگا ہے، مگر دیہات میں لوگ قدیم روایات پر سختی سے کاربند ہیں۔ شہروں میں تاتار مسلمانوں کا طرزِ زندگی روسیوں سے زیادہ مختلف نہیں۔ تاتار مسلمانوں اور روسیوں کے درمیان ازدواجی رشتے بھی قائم ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے میں ۳ فیصد روسی مزدوروں اور ۱۵ فیصد پلانٹ مینجروں کی بیویاں تاتار تھیں، جب کہ تاتار مزدوروں میں سے دس فیصد اور پلانٹ مینجروں میں سے ۲۹ فیصد کی بیویاں روسی تھیں۔

تاتار مسلمانوں میں روسی زبان بولنے والوں کا تناسب دوسرے کسی بھی مسلم نسلی گروہ سے زیادہ ہے۔ وسطی ایشیا کی جمہوریتوں میں بمشکل ۲۵ فیصد افراد اپنی مادری زبان کے ساتھ روسی جانتے ہیں اور اس میں مافی الضمیر کے اظہار پر قادر ہیں، جب کہ تاتارستان کے ۷۰ فیصد تاتار دو زبانیں بولتے ہیں۔ تاتاروں کی نئی نسل کے اُن افراد نے جن کے والدین میں سے کوئی ایک روسی ہے، روسی زبان کو مادری زبان کے طور پر اپنا لیا ہے۔ تاہم غالب اکثریت اب بھی تاتاری زبان کو مادری زبان قرار دیتی ہے۔

۱۹۰۵ء تک تاتاری زبان صرف عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ اس کے بعد رسم الخط میں تبدیلیاں تجویز کی جاتی رہیں اور تجربات ہوتے رہے، تاہم بحیثیت مجموعی ۱۹۲۹ء تک زیادہ تر تاتار مطبوعات عربی رسم الخط میں شائع ہوئیں۔ پہلے لاطینی رسم الخط کو عربی رسم الخط کی جگہ دی گئی اور پھر ۱۹۳۹ء میں روسی (Cyrillic) رسم الخط اپنا لیا گیا۔

تاتار مسلمان اہلِ سنت مکتبِ فکر اور اس میں امام ابو حنیفہ کی فقہی تعبیر کے پیروکار ہیں۔ انیسویں صدی کے آخر میں جدیدیت کے علمبرداروں نے تقلید کے خلاف تنقیدی روّیہ اختیار کیا، تاہم عام تاتار مسلمان روزمرّہ کے معاملات حنفی فقہ کے مطابق انجام دیتا ہے۔ وسطی ایشیا کی طرح والگا - یورال خطّے میں تصوّف کے گہرے اثرات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک صوفی شیخ باخرزی بخاری کے زیر اثر برکہ خان نے اسلام قبول کیا تھا۔ انیسویں صدی میں نقشبندی سلسلہ بہت مقبول تھا۔ شیخ زین اللہ رسولیف[۷] (۱۸۳۳ء - ۱۹۱۷ء) اپنے وقت کے معروف "ایشان" یعنی صوفی رہنما تھے اور وسطی والگا کے سیکڑوں علماء اُن کے عقیدت مند تھے۔ ان میں سے بعض علماء نے روسی مسلمانوں کی سیاسی اور ثقافتی زندگی میں اہم کردار ادا کیا۔ سوویت عہد کے پہلے مفتی، مفتی عالم جان بارودی (م ۱۹۲۱ء) اسی سلسلے کے ایک کارکن تھے۔ دوسرا صوفی سلسلہ جس نے شہرت پائی، وہ بہاءالدین اویسی (۱۸۰۴ء - ۱۸۹۳ء) کا سلسلۂ اویسیہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق ٹالسٹائی کو اویسی سلسلے سے دلچسپی تھی، مگر یہ سلسلہ اپنے نقطۂ نظر میں انتہا پسند ہے اور دوسرے مکاتبِ فکر کو برداشت کرنے کے لیے چنداں تیار نہیں۔

۱۸- ۱۹۱۷ء میں اویسی سلسلہ بہت مضبوط تھا اور اس کے وابستگان بولشویکوں کے دست و بازو تھے۔ اُن کے رہنما بہاءالدین اویسی کے صاحبزادے تھے جن کے قتل (۱۹۱۸ء) کے بعد سلسلے میں پہلے جیسی قوت نہ رہی۔[۸]

سوویت دور میں مذہب مخالف پروپیگنڈا زوروں پر رہا۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب سے پہلے تاتارستان میں کوئی دو ہزار مساجد تھیں، ۱۹۳۱ء تک پہنچتے پہنچتے اِن کی تعداد ۹۸۰ رہ گئی اور ۱۹۸۰ء میں یہ مزید گھٹ کر چار سو ہو گئی۔

۱۹۱۷ء میں تاتارستان کے دارالحکومت قازان کی آبادی دو لاکھ چھ ہزار تھی اور مسلمان ۲۲ فیصد سے زیادہ نہ تھے، مگر شہر میں ۱۳ مساجد اُن کی دینی سرگرمیوں کا مرکز تھیں۔ ۱۹۸۰ء میں شہر کی آبادی بڑھ کر دس لاکھ ہو گئی اور تاتار آبادی پچاس فیصد کے لگ بھگ تھی (جس کی غالب اکثریت مسلمان تھی) مگر مسجد صرف ایک تھی۔ مسجد کے امام کی مہیا کردہ اطلاع کے مطابق نمازِ جمعہ کے لیے دو ہزار سے کچھ زائد افراد جمع ہوتے تھے۔ دینی تعلیم کے حصول پر پابندی تھی۔ قازان سے اِس عرصے میں صرف چھ افراد کو بخارا کے سرکاری دینی مدرسے میں اعلیٰ تعلیم کے لیے بھجوایا گیا۔[۹]

مساجد کی کمی سرکاری پالیسیوں کے عین مطابق تھی۔ نماز کی ادائیگی کو تضیعِ وقت قرار دیا گیا اور یہ کہہ کر روزے کی حوصلہ شکنی کی گئی کہ اس سے جسم کمزور ہو جاتا ہے اور مزدور کی قوت کار متاثر ہوتی ہے۔ زکوٰۃ قانوناً ممنوع قرار دے دی گئی۔ حج کرنے کی "سعادت" اُن ہی کے حصے میں آتی تھی جنھیں سوویت حکمران مذہبی رہنما کے طور پر دُنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔ (والگا - یورال خطے سے سال میں صرف دو افراد کو حج کے لیے جانے کی اجازت ملتی تھی۔)[۱۰]

مذہب کے خلاف مسلسل پروپیگنڈے کے باوجود مسلمانوں کا مذہبی لگاؤ ختم نہ کیا جا سکا۔ سیکڑوں زیرِ زمین مساجد کام کرتی رہیں۔ ۱۹۶۵ء میں متعدد تاتار دیہات میں کیے گئے ایک سروے سے معلوم ہوا کہ ۴۰ - ۵۰ فیصد والدین نے اپنے بچوں کے اسلامی روایتی نام رکھے۔ نئے شادی شدہ جوڑوں میں سے ۵۵ - ۶۰ فیصد تک شرعی طور پر رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے اور ۹۰ فیصد مرنے والوں کو دفنایا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے میں کیے گئے ایک مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مذہب بہت حد تک زندہ تھا۔[۱۱] سروے میں شامل ۵۱ فیصد افراد ختنہ کو ضروری خیال کرتے تھے اور چالیس فیصد مذہبی تقریبات مناتے تھے۔ عیدین کے موقع پر مساجد میں خوب رونق ہوتی تھی۔

سماجی اقدار میں بہت کم تبدیلی آئی۔ سربراہِ خاندان کی رائے، جو بالعموم مرد ہوتا ہے، ہر معاملے میں حتمی ہوتی ہے۔ معاشرتی کام روایتی طور پر ہی منقسم ہے۔ اُمورِ خانہ داری کی ذمہ داری خواتین کی ہے اور زیادہ جسمانی محنت و مشقت کے کام مرد کرتے ہیں۔ سربراہِ خاندان کنبے کے تمام افراد کی کمائی کا انچارج ہے اور وہی فیصلہ کرتا ہے کہ رقم کیسے خرچ کی جائے۔ شادیاں زیادہ تر مذہبی رسم و

رواج کے مطابق طے پاتی ہیں۔ تعدّد ازواج پر قانوناً پابندی ہے، اس لیے یک زوجی خاندان ہیں۔ جہیز کا رواج کم ہوگیا ہے۔ نئی نسل کے لوگ مغربی لباس پہنتے ہیں، مگر بڑے بوڑھے پرانی وضع کا لباس استعمال کرتے ہیں۔ خواتین سر ڈھانپتی ہیں۔

تاتارستان کے مسائل

سابق سوویت یونین کے دستور کے مطابق ہر یونین جمہوریہ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ یونین سے جب چاہے، الگ ہوجائے، مگر یونین جمہوریتوں کے اندر "خود مختار جمہوریتوں" کو یہ حق حاصل نہ تھا۔ سوویت اندازِ فکر یہ تھا کہ یونین جمہوریتیں جغرافیائی حدود کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں اور کسی ایک کے یونین سے علیحدہ ہونے سے نسلی قومیتوں کی یک جہتی پر چنداں اثر نہیں پڑتا، جبکہ "خود مختار جمہوریتیں" (جو کسی نسلی یا مذہبی گروہ کی اکثریت تسلیم کیے جانے پر اس شناخت کی مستحق سمجھی گئی ہیں) چاروں طرف سے یونین جمہوریہ کی اکثریتی آبادی سے گھری ہوئی ہیں۔ تاتارستان اور بشکیر توستان کو روسی آبادی سے گھیرنے کے لیے ۱۹۳۴ء میں اسٹالین نے قزاخستان اور بشکیر توستان کے کچھ حصّے لے کر اورن برگ، میگ نیوگورسک اور چیلیابنسک کے خود مختار علاقے بنائے۔ اس کے نتیجے میں قزاخستان اور تاتارستان کے درمیان روسی آبادی کے خطّے پیدا کر دیے گئے۔ یوں اسٹالین کے ہاتھ یہ دلیل آگئی کہ روس کے اندر چاروں طرف سے گھری ہوئی "خود مختار جمہوریہ" تاتارستان کو "یونین جمہوریہ" کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

سابق سوویت یونین میں "یونین" اور "خود مختار" جمہوریتوں کے درجے کی بنیاد پر قومیتوں کے حقوق و مراعات میں خاصا فرق تھا۔ سپریم سوویٹ میں "یونین" اور "خود مختار" جمہوریتوں کو مساوی نمائندگی حاصل نہ تھی۔ "یونین" اور "خود مختار" جمہوریتوں کے لیے بجٹ میں طے کی گئی رقم سے غیر مساوی ترقیاتی حالات پیدا ہوتے رہے۔ خود مختار جمہوریتوں کو تعلیم، ثقافت، صحت اور دوسری سماجی ضروریات کے لیے کم رقم ملتی تھی۔ اسی طرح اُنہیں ریڈیو، ٹیلی وژن اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے بات کرنے کی وہ مراعات حاصل نہ تھیں، جو یونین جمہوریتوں کو حاصل تھیں۔

تاتارستان کے خود مختار جمہوریہ ہونے کی حیثیت نے اسے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ تیس چالیس سال سے تیل اور گیس کی دریافت کے باوجود دیہات گیس سے محروم ہیں۔ ماسکو تاتارستان سے تمام تیل لے لیتا ہے، حالانکہ تیل کی آمدنی کے چوتھے حصّے سے تاتارستان کے لوگوں کو گیس مہیا کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح بھاری ٹرک تیار کرنے والا کارخانہ اپنی ساری پروڈکشن ماسکو کے حوالے کر دیتا ہے، جب کہ تاتارستان کی اپنی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ اس پر مستزاد بھاری کارخانوں سے ماحولیات پر جو بُرے اثرات پڑتے ہیں، یہ تاتارستان کے عوام بھگتتے ہیں۔

صنعتی و اقتصادی شکایات کے ساتھ تاتاروں کو اپنی زبان کے بارے میں بھی تشویش ہے۔ سرکاری سطح پر روسی زبان کو جو اہمیت حاصل ہے، اس سے اہلِ فکر کو یہ خدشہ ہے کہ اُن کی زبان بُری طرح متاثر ہوگی۔ تاتار ثقافت کی بقاء اور ترقی بھی اُن کے لیے مسئلہ ہے۔ تاتار نوجوان اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں اور اُنہیں سکولوں میں جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے، اس میں تاتاروں کے مذہب، تاریخ اور ثقافت کا بعض اوقات مذاق اڑایا جاتا ہے۔ مدارس میں روسی اساتذہ کی کثرت خطرے کی گھنٹی ہے۔ قازان کے مدارس میں ۸۰ فیصد پرنسپل روسی ہیں۔

۱۹۳۰ء کے عشرے میں مذہب مخالف مہم کے دوران میں تاتار آرٹ اور کلچر کے بہت سے نمونے تباہ کر دیے گئے۔ مساجد، مقابر اور امراء کے محلات توڑ دیے گئے، حتیٰ کہ مسلم قبرستان تک محفوظ نہ رہے۔ تاتار مدارس میں قیمتی اور نادر مخطوطات تھے، جو بے رحمی کے ساتھ جلا دیے گئے۔ بعض معروف تاتار رسائل و جرائد کے مکمل فائل تک محفوظ نہیں رہے۔ تاتار علم و ادب کا جو سرمایہ بچ گیا ہے، اس کی حفاظت اور استعمال کے لیے بھی مناسب وسائل مہیا نہیں کیے جاتے۔

تاتار زبان میں مصنوعی تبدیلیوں کا عمل مسلسل جاری ہے۔ دو بار رسم الخط تبدیل کیے جانے کے علاوہ اس کے حروفِ تہجی میں کمی و بیشی کا سلسلہ جاری ہے۔ جون ۱۹۸۹ء میں تاتارستان کی سوویٹ پریذیڈیم نے فیصلہ کیا کہ تاتار زبان کے حروفِ تہجی میں چار کا مزید اضافہ کیا جائے۔ یہ سب کچھ تاتار قوم پرستوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہے۔

پرسٹرائیکا اور گلاس ناسٹ کے سائے میں

میخائل گورباچوف کے پرسٹرائیکا اور گلاسٹ ناسٹ کی پالیسیوں نے جہاں دبی ہوئی دوسری قومیتوں کو زبان دی، وہیں تاتارستان کی اکثریت نے اپنے مسائل، امنگوں اور درپیش خطرات پر کھلے بندوں گفتگو کا آغاز کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تاتارستان اور رشین فیڈریشن کے اُن تمام شہروں میں جہاں قابلِ لحاظ تاتار آبادی تھی، تعلیمی و ثقافتی تنظیمیں وجود میں آگئیں جنھوں نے تعلیمی، ثقافتی اور ماحولیاتی مسائل کے ساتھ ساتھ قوم پرستانہ جذبات کا اظہار کیا۔ فروری ۱۹۸۹ء تک قائم ہونے والی ان تنظیموں میں جناب نادر دولت نے تاتار پبلک سنٹر، توگان یاک (مادرِ وطن)، بلغار جدید، صاف اسلام، شفقت، خلقی فرنٹی (عوامی محاذ)، میموریل جمعیت اور ایکالوجی کے نام لیے ہیں۔[۱۲] تاہم ان سب تنظیموں میں اہم ترین "تاتار پبلک سنٹر" ہے جس کی تاتارستان اور رشین فیڈریشن کے ۲۵ بڑے شہروں میں شاخیں قائم تھیں۔

تاتارستان پبلک سنٹر

"تاتارستان پبلک سنٹر" ١٧ - ١٨ فروری ١٩٨٩ء کو تاتار اکیڈمک تھیٹر (قازان) میں منعقدہ ایک نمائندہ اجتماع میں قائم ہوا۔ اجتماع میں رشین فیڈریشن کے ایک سرے سے دوسرے تک آباد تاتاروں کی نمائندگی تھی۔ ٥٨٦ مندوبین میں سے ٢٢٥ کمیونسٹ پارٹی کے رکن تھے۔ "تاتار پبلک سنٹر" کو مذکورہ بالا اکثر تنظیموں کی حمایت بھی حاصل تھی۔

"تاتارستان پبلک سنٹر" میں اشتراکیت دوست، جمہوریت نواز، اشتراکی قوم پرست اور متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے دانش ور شامل ہوئے۔ ابتداءً اس کی قیادت ایک اعتدال پسند اے - مولی کوف کے ہاتھ میں تھی۔

"تاتار پبلک سنٹر" نے اپنے اغراض و مقاصد کی وضاحت یوں کی ہے۔

- تاتارستان کو یونین جمہوریہ کا درجہ دلانا
- جمہوریہ کی اقتصادی خود مختاری اور منصفانہ تقسیمِ دولت کے لیے کوششیں کرنا
- تاتار زبان کی تعلیم سے متعلق مسائل حل کرنا
- تاتارستان کی ثقافتی ترقی کے لیے موزوں طریقے اختیار کرنا
- جمہوریہ تاتارستان اور اس سے باہر رہنے والے تاتاروں کے درمیان رابطے کا کوئی حقیقت پسندانہ طریقہ کار تجویز کرنا [١٣]

"تاتارستان پبلک سنٹر" کی حامی تنظیموں میں اشتراکی قوم پرستوں نے نمایاں کردار ادا کیا اور یک لخت سلطان غالیف کی تحریروں میں دلچسپی بڑھ گئی۔ سلطان غالیف اشتراکی قوم پرست تھے جنہیں اسٹالن کے حکم پر پہلے قید کیا گیا اور بعدازاں قتل کر دیا گیا تھا۔ مگر پرسٹرائیکا کے دور میں جب فضا "اشراکیت" کے خلاف ہو چکی تھی، اشتراکی قوم پرستوں کے لیے میدان زیادہ وسیع نہیں تھا۔ چنانچہ اشتراکی قوم پرستی کی جگہ تاتار قوم پرستی نے لے لی۔ سلطان غالیف سے دلچسپی جس تیزی سے اُبھری تھی، اُسی تیز رفتاری سے دم توڑ گئی۔

"تاتارستان پبلک سنٹر" کے بعد جو اہم تنظیمیں وجود میں آئیں ان میں اتفاق (١٩٩٠ء)، حزبِ نہضتِ اسلامی (٩ جون ١٩٩٠ء) اور "ساورنٹی کمیٹی" (١٩ ستمبر ١٩٩٠ء) نمایاں ہیں۔

اتفاق

تاتار قوم پرست "اتفاق" کے جھنڈے تلے جمع ہیں۔ اس جماعت کے اولین صدر ماہر لسانیات رفائل فریدوچ محمد دیئوف تھے، مگر اُن کی جگہ جلد ہی ایک خاتون فوزیہ بیرامووا نے لے لی، اور محمد دیئوف ایک دوسری تنظیم "اسمبلی آف دی ٹرکِک پیپل" (The Assembly of the Turkic

(People) کے رہنما بن گئے۔ فوزیہ بیراموا جو چالیس کے عشرے میں ہیں، تاتارستان کو رشین فیڈریشن سے بالکل آزاد دیکھنے کی خواہشمند ہیں۔ فوزیہ تاتاری زبان کی شعلہ بیان مقرّرہ ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے قلم کار ہیں اور جوانی میں اداکاری سے دلچسپی رکھتی تھیں۔ تاتار قوم پرست کی حیثیت سے وہ درجہ بدرجہ تاتار قوم، اسلام اور تاتار ریاست میں یقین رکھتی ہیں۔

فوزیہ خانم نے ایک انٹرویو میں کہا کہ "اُن کے لیے آزادی سب کچھ ہے، مگر آزادی اسلام اور تاتار قوم کے بغیر ہے، تو یہ بے معنی ہے۔" جمہوریت میں یقین رکھتی ہیں اور اسلام کو ایک فعّال کردار ادا کرتے دیکھنا چاہتی ہیں، تاہم اُن کا تصورِ اسلام "جدیدیت" کے علمبرداروں کے افکار پر مبنی ہے۔[۱۳]

ساورنٹی کمیٹی ("حاکمیت" کمیٹی)

"ساورنٹی کمیٹی" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، تاتارستان کی مکمل آزادی کی داعی ہے، مگر "تاتارستان پبلک سنٹر" اور "اتفاق" کے برعکس یہ تاتاروں کے ساتھ روسیوں، بشکیروں اور ماریوں وغیرہ کو ساتھ لے کر چلتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ "تاتار قوم پرست" نہیں بلکہ "تاتارستان قوم پرست" ہے۔ کمیٹی کی قیادت نوجوان صحافی امیر محمدوف کے ہاتھ میں ہے۔

ساورنٹی کمیٹی کے سربراہ کی ادارت میں روسی زبان میں تین مجلات شائع ہو رہے ہیں۔ ہفتہ وار "آزادی" عام مجلہ ہے اور بڑی تعداد میں چھپتا ہے۔ "تاتارستان بزنس" تاجر برادری کے لیے شائع کیا جاتا ہے اور "ساورنٹی" میں پارٹی پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ امیر محمدوف کی حکمتِ عملی یہ ہے کہ رشین فیڈریشن پر تاتارستان کا موقف واضح کیا جائے اور اگر حالات نہیں سدھرتے اور خدانخواستہ معاملات تشدّد کا رُخ اختیار کر لیتے ہیں تو سابق تاتار فوجی افسران آزادی کے لیے آگے آئیں گے۔

حزبِ نہضتِ اسلامی

حزبِ نہضتِ اسلامی اصلاً تاتار تنظیم نہیں، بلکہ سابق سوویت یونین کی سب ہی یونین جمہوریتوں اور بالخصوص مسلم جمہوریتوں کے عوام میں کام کرنے کی خواہش مند تنظیم ہے۔ تاتارستان اور تاتارستان سے باہر رشین فیڈریشن کی مسلم آبادی میں اس کا اثر و رسوخ ہے۔ حزبِ نہضتِ اسلامی واضح طور پر احیائے اسلام کی داعی ہے اور اس مقصد کے لیے دستوری ذرائع اختیار کرنے کی پابند ہے۔ پارٹی رہنماؤں نے ہر قسم کے تشدد کی مذمت کی ہے اور "مسلم اور غیر مسلم آبادی کے درمیان رواداری پر مبنی مساوی حقوق، انسانی حقوق کے احترام، انسانیت دوستی اور ریاست کی سطح پر مذہب مخالف پروپیگنڈے کے خاتمے" کے لیے کوشاں رہی ہے۔ حزبِ نہضتِ اسلامی کے رہنما بالعموم دین کی اچھی

معلومات رکھنے والے لوگ ہیں اور مسلم ممالک کی اسلامی تحریکوں کے لٹریچر سے آگاہ ہیں۔[۱۵]

ان جماعتوں میں سے "حزب نہضت اسلامی" تاتارستان میں رجسٹرڈ نہیں ہے۔ باقی جماعتیں رجسٹرڈ ہیں اور قانونی طور پر تاتارستان کی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا حق رکھتی ہیں۔

حکمرانوں کے روّیے

مندرجہ بالا سیاسی جماعتوں کے ساتھ حکمرانوں کے بارے میں چند الفاظ کافی ہوں گے۔ جب تاتارستان کے کمیونسٹ حکمرانوں نے روس مخالف جذبات (چاہے وہ قوم پرستی پر مبنی ہوں یا احیائے اسلام کی آرزو پر) دیکھے تو اُنھوں نے "قوم پرست" کا چولا پہن لیا اور ۱۹۹۱ء کے صدارتی انتخاب میں سابق کامریڈ شائمئف کامیاب قرار پائے۔ واضح رہے کہ وہ واحد امیدوار تھے۔ کمیونسٹ پارٹی برسرِ اقتدار نہیں مگر کمیونسٹ پارٹی کا رنگ ڈھنگ اور روایات حسبِ سابق قائم ہیں۔

حواشی

۱۔ اُردو میں تاتار اور تاتاری دونوں لفظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ نے زیرِ نظر مضمون میں پہلے تلفظ کو ترجیح دی گئی ہے۔ "تاتار" کا لغوی مطلب کیا ہے؟ ایک رائے کے مطابق "تاتار" تیر انداز کو کہتے ہیں۔ [وکٹر ایل - موٹ، مقالہ Tatars در Muslim Peoples : A World Ethnographic Survey (مرتبہ: رچرڈ وی - ویکیس)، ویسٹ پورٹ: گرین پریس (اشاعت دوم: ۱۹۸۴ء)، ص ۷۵۸] ڈاکٹر حفیظ ملک نے تاتار کو "مفتوح" کے مترادف بتایا ہے۔ [مقالہ Islam and Nationalism in Tatarstan، روزنامہ The Nation (کراچی)، ۲۹ اپریل ۱۹۹۴ء] مگر تاتارستان کی اکیڈمی آف سائنسز سے وابستہ عالم اور تاتاری زبان کے ماہر پروفیسر ایم - زیڈ - ذکی ایف کی رائے کے مطابق تاتار دو لفظوں "تات" اور "آر" کا مرکب ہے۔ تات کا مطلب ہے "غیر، جو اپنا نہیں۔" اور "آر" کا مطلب ہے "لوگ"۔ تاتار کا مطلب ہوا "غیر لوگ، غیر ملکی"۔ "آر" کئی دوسری ترک قوموں کے نام کا جزو بھی ہے مثلاً بلغار (قابل لوگ)، توار (پہاڑی لوگ)، خزار (چٹانی سرزمین کے لوگ)، سوار (دریا والے لوگ)۔ [ایم - زیڈ - ذکی ایف اور دوسرے، Tatarstan: Past and Present، لندن: اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز (۱۹۹۲ء)، ص ۲]

۲۔ مثال کے طور پر دیکھیے: زیرِ نظر شمارے میں ڈاکٹر ٹی - ڈبلیو - آرنلڈ کی تالیف The Preaching of Islam سے لیا گیا اقتباس

۳۔ ایضاً

۴۔ تاتار دریائے والگا کو آئدل (Idel) کہتے ہیں۔

۵۔ سوویت مردم شماری (۱۹۸۹ء) کے اعداد و شمار، Central Asia and Caucasus Chronicle (لندن)، جلد ۲ شمارہ ۱۵ (مارچ ۱۹۹۰ء)، ص ۱۲

۶۔ سوویت عہد میں قازان یونیورسٹی کو اس لیے بھی اہمیت حاصل رہی کہ یہ ولادیمیر لینن (۱۸۷۰ء - ۱۹۲۴ء) نے کچھ عرصہ یہاں قانون کی تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ زار شاہی قوانین کے خلاف طلبہ سیاست میں حصہ لینے پر لینن کو قازان یونیورسٹی سے نکال دیا گیا اور یہاں سے وہ ڈگری حاصل نہ کر سکا۔ لینن نے بعد ازاں سینٹ پیٹرز برگ کی یونیورسٹی سے گریجویشن کی۔

۷۔ شیخ زین اللہ رسولیف کے احوال و آثار کے لیے دیکھیے: مقالہ حامد الگر، Shaykh Zaynullah Rasulev : The Last Great Naqshbandi Shaykh of the Volga-Urals Region، در Muslims in Central Asia (مرتبہ: جو - این گروس)، ڈرہم: ڈیوک یونیورسٹی پریس (۱۹۹۲ء)، ص ۱۲۲ - ۱۳۳

۸۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے: جولین بالڈک، Imaginary Muslims: The Uwaysi Sufis of Central Asia.، لندن: آئی - بی - ٹورس (۱۹۹۳ء)

۹۔ نادر دولت، Islam in Tataristan، مجلہ Journal Institute of Muslim Minority Affairs (لندن)، جلد ۵، شمارہ ۲ (جولائی ۱۹۸۴ء)، ص ۳۴۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۴۱

۱۱۔ وکٹر، ایل - موٹ، حوالہ مذکورہ، ص ۷۶۰

۱۲۔ نادر دولت، The Tatars and Bashkirs After Glasnost، مجلہ Journal Institute of Muslim Minority Affairs، جلد ۱۰، شمارہ ۲ (جولائی ۱۹۸۹ء)، ص ۴۶۵

۱۳۔ "تاتار پبلک سنٹر" کے منشور کے لیے دیکھیے: دوماہی Central Asia and Caucasus Chronicle، جلد ۸، شمارہ ۲ (مئی ۱۹۸۹ء)، ص ۵ - ۹

۱۴۔ حفیظ ملک، Tatarstan: A kremlin of Islam، روزنامہ دی مسلم (اسلام آباد)، ۲ ستمبر ۱۹۹۳ء

۱۵۔ "حزبِ نہضتِ اسلامی" کے بارے میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے: ماہنامہ "وسطی ایشیا کے مسلمان" (اسلام آباد)، شمارہ بابت ستمبر - اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص ۲۵ - ۳۰، شمارہ جنوری - فروری ۱۹۹۳ء، ص ۲۱ - ۲۴